اپنی رعیت کی ذمہ داری ہے۔ مرد گھر کا راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی راعیہ ہے اور اس پر اس کی رعیت کی ذمہ داری ہے۔

مردوں کی عورتوں پر یہ برتری اور فضیلت ان کے مشترک امور کے لحاظ سے ہے ورنہ عورت کے ذاتی اور خاص معاملات میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ وہ بلا شرکت غیرے اپنے کچھ حقوق رکھتی ہے اور اس میں تصرف کی مجاز ہے۔ کسی مرد کو خواہ وہ شوہر ہو یا باپ نہ اس پر نگرانی کا حق ہے نہ وہ اس میں کوئی دخل دے سکتا ہے۔

اسلامی شریعت میں مساوات مرد وزن کا یہ اصول اس کی ابتدا سے یعنی کوئی تیرہ سو سال سے موجود ہے۔ شریعت نے ایسے وقت اور ایسے حالات میں حقوق وواجبات میں مساوات کے اس اصول کو پیش فرمایا جب کہ دنیا کے لیے یہ نظریہ بڑا ہی اجنبی تھا اور وہ اسے ماننے کے لیے تیار نہ تھی۔ اس لحاظ سے یہ اصول کچھ سوسائٹی کے حالات وضروریات کی پیداوار نہیں بلکہ ایک کامل اور دائمی شریعت کے مزاج کا تقاضا تھا۔

یہ حقیقت کہ قوانین موضوعہ نے انیسویں صدی میں چل کر یہ اصول تسلیم کیا ہے شریعت کی رفعت وبلندی کی واضح دلیل ہے۔ بلکہ بعض قوانین میں اب بھی یہ خامی ہے کہ وہ عورتوں کو ان کے خاص معاملات میں بھی مردوں کی اجازت کا پابند رکھتے ہیں اور آزادانہ تصرف کی اجازت نہیں دیتے۔

ہم بڑی آسانی کے ساتھ یہ دیکھ سکتے ہیں کہ ان نصوص میں کتنی عمومیت اور کیسی لچک ہے۔ اور کس طرح یہ ہر حال اور ہر مسئلہ میں کار آمد ہو سکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ان کے کمال اور رفعت وبلندی کو بھی نگاہ میں رکھیے۔ ہم پورے زور کے ساتھ کہہ سکیں گے کہ شریعت کی نصوص میں کسی ترمیم وتبدیلی کی نہ گنجائش ہے نہ حاجت۔

۲۳۔ **نظریۂ حریت** | شریعت کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اس کا نظریۂ حریت ہے، جسے اس نے انتہائی بہترین انداز میں پیش کیا ہے۔ شریعت تمام انسانوں کو فکر وضمیر، عقیدہ واعتقاد اور قول واظہار کی پوری آزادی دیتی ہے۔ ذیل میں ہم ان تینوں شعبوں پر یکے بعد دیگرے بحث کریں گے۔

۴۲۔ حریتِ فکر | اسلامی شریعت مکمل حریتِ فکر کی علم بردار ہے۔ وہ عقل کو ہر قسم کے اوہام و خرافات اور تقلیدی بندھنوں سے آزاد دیکھنا چاہتی ہے۔ اور تمام دُور از قیاس اور بعید از عقل باتوں کو رد کردینے کی داعی ہے۔ وہ انسان کے حاسۂ فکر کو بیدار کرتی اور ہر بات کو پہلے عقل کے ترازو میں تولنے کی دعوت دیتی ہے۔ اس کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ وہی بات مانی جاسکے گی جو عقل کے لیے قابلِ قبول ہوگی، ورنہ پایۂ اعتبار سے ساقط اور ناقابلِ قبول ہوگی۔ وہ کسی کو اس کی اجازت نہیں دیتی کہ عقل و فکر سے کام لیے بغیر، اندھادھند کسی چیز پر ایمان لائے۔ وہ اسے بھی جائز نہیں قرار دیتی کہ انسان بغیر سمجھے بوجھے کوئی بات زبان سے نکالے یا کوئی کام کرے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی دعوت کی بنیاد ہی عقل پر رکھی گئی ہے، اور یہی اس کی اساس ہے۔ قرآن کریم کو دیکھ جایئے۔ آپ دیکھیں گے کہ وجودِ باری کے ثابت کرنے، لوگوں پر اسلام کی حقانیت واضح کرنے اور انہیں ایمان پر اکسانے کے سارے امور میں وہ بنیادی طور پر عقل کی قوتوں کو بیدار کرنے سے کام لیتا ہے۔ مختلف انداز اور نئے نئے ڈھنگ سے زمین و آسمان اور دوسری مخلوقات کی پیدائش کی طرف ان کی توجہات پھیرتا ہے۔ ان کی اپنی جانوں میں غور و فکر پر اکساتا ہے۔ نظروں کے سامنے پھیلی ہوئی دنیا اور علم سماعی میں آنے والے واقعات و حقائق کی کنہ اور اصل جاننے کی دعوت دیتا ہے، تاکہ اس طرح وہ اپنے خالق کو پہچان سکیں، اور حق و باطل میں تمیز کر پائیں۔ ایسی آیات بے شمار ہیں جو عقل سے کام لینے پر اکساتی اور فکر کو ہر ایک بندھن سے آزاد کرنے کی دعوت دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔ (البقرہ: ۱۶۴)

"بے شک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں

میں جو کہ لے کر چلتی ہیں دریا میں لوگوں کے کام کی چیزیں اور پانی میں جس کو کہ اتارا اللہ نے آسمان سے پھر جلایا اُس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد اور پھیلائے اس میں سب قسم کے جانور اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو کہ تابعدار ہے اس کے حکم کا درمیان آسمان اور زمین کے بے شک ان سب چیزوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لیے۔"

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۔ (السبا: ۴۶)

"تو کہہ میں تو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں تم کو کہ اٹھ کھڑے ہو اللہ کے نام پر دو دو اور ایک ایک، پھر دھیان کرو۔"

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ (الروم: ۸)

"کیا دھیان نہیں کرتے اپنے جی میں کہ اللہ نے جو بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سو ٹھیک سادھ کر اور وعدہ مقررہ پر۔"

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (یونس: ۱۰۱)

"تو کہہ دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور کچھ کام نہیں آتیں نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کو جو نہیں مانتے۔"

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۔ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۔ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ (الطارق-۵ تا ۷)

"اب دیکھ لے آدمی کہ کاہے سے بنا ہے، ایک اچھلتے ہوئے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ کے بیچ سے اور چھاتی کے بیچ سے۔"

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۔ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ، وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۔ (الغاشیہ)

"بھلا کیا نظر نہیں کرتے اونٹوں پر کہ کیسے بنائے ہیں اور آسمان پر کہ کیسا اس کو بلند کیا ہے اور پہاڑوں پر کہ کیسے کھڑے کر دیے ہیں اور زمین پر کہ کیسی صاف بچھائی ہے"

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ۔ (ق: ۳۷)

"اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے اندر دل ہے یا لگائے کان دل لگا کر"

وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ (آل عمران: ۷)

"اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے"۔

قرآن کے نزدیک عقل سے کام نہ لینا، فکری قوتوں کو معطل کیے رکھنا، اندھا دھند ہر کسی کی پیروی کیے جانا اور خرافات و اوہام کے پیچھے چل کر بے سمجھے بوجھے رسوم و رواج سے چمٹے رہنا، انسان کا بہت بڑا عیب ہے۔ ایسے انسانوں کو وہ چوپایوں سے بھی بدتر قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل و فکر کی صلاحیت دے کر دوسری مخلوقات سے ممتاز کیا تھا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے سمجھ بوجھ سے کام نہ لیا تو حقیقت یہ ہے کہ وہ چوپایوں سے بھی گئے گذرے ہو گئے۔

ذیل کی آیات میں یہی حقیقت پیش کی گئی ہے:

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْــًٔـا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ ۔ وَمَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۔ (البقرہ: ۱۷۰-۱۷۱)

"اور جب کوئی ان سے کہے کہ تابعداری کرو اس حکم کی جو کہ نازل فرمایا اللہ نے تو کہتے ہیں ہرگز نہیں ہم تو تابعداری کریں گے جس پر دیکھا ہم نے اپنے باپ دادوں کو، بھلا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ جانتے ہوں سیدھی راہ، اور مثال ان کافروں کی ایسی جیسے پکارے کوئی شخص ایک چیز کو جو کچھ نہ سنے سوا پکارنے اور چلانے کے۔ بہرے، گونگے، اندھے ہیں، سو وہ کچھ نہیں سمجھتے"

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ - (الحج : ۴۶)

"کیا سیر نہیں کی ملک کی جو ان کے دل ہوتے جن سے سمجھتے یا کان ہوتے جن سے سنتے سو کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں پر اندھے ہو جاتے ہیں دل جو سینوں میں ہیں۔"

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ، لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا، وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا - اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ - (الاعراف : ۱۷۹)

"اور ہم نے پیدا کیے دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور آدمی، ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ، وہی لوگ ہیں غافل۔"

غور و فکر پر اس طرح اُکسانے کے بعد، شریعت نے انسان کو پوری فکری آزادی دی ہے۔ وہ جیسے اور جس طرح چاہے سوچ سکتا ہے۔ اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اگر وہ ناجائز اور حرام امور کے بارے میں بھی سوچے تو اس پر کوئی سزا نہیں ہے۔ اس لیے کہ شریعت، احادیثِ نفس پر کوئی مواخذہ نہیں کرتی۔ اس کے نزدیک کسی ناجائز کام کے کرنے یا ناجائز بات کے کہنے کے بارے میں سوچنا کوئی قابلِ مواخذہ جرم نہیں ہے۔ ہاں اگر اس نے اس سے آگے بڑھ کر ناجائز کام کیا یا غلط بات کہی تو اس پر اسے سزا ملے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے یہی بات مترشح ہوتی ہے۔ فرمایا:

ان اللہ تجاوز لامتی عما وسوست او حدثت بہ انفسہا مالم تعمل بہ او تتکلم۔

"اللہ تعالیٰ نے میری امت کو وسوسہ اور حدیثِ نفس کے مواخذہ سے معاف فرمایا ہے الا یہ کہ وہ کام کیا جائے یا وہ بات کہی جائے۔"

۲۴۔ حریت عقیدہ | اسلامی شریعت وہ پہلی شریعت ہے جس نے مکمل طور پر عقیدہ و اعتقاد کی آزادی کی ضمانت دی اور اس حق کی پوری پوری پشت پناہی کی ہے۔ اسلامی شریعت کے محافظ

سے انسان آزاد ہے کہ وہ جو عقیدہ چاہے اختیار کرے۔ کسی کو اس کی اجازت نہیں کہ اسے ترکِ عقیدہ پر مجبور کرے یا اس کے اظہار سے روکے۔

اسلامی شریعت نے محض نظری طور پر ہی حریت کا یہ نظریہ پیش نہیں کیا بلکہ اس کی حمایت و صیانت کے لیے دو عملی طریقے بھی پیش فرمائے۔

ایک یہ کہ تمام انسانوں پر دوسروں کے حق آزادیٔ عقیدہ کا احترام لازمی قرار دیا۔ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ دوسرے کو کسی عقیدہ کے قبول کرنے یا چھوڑنے پر مجبور کرے۔ دوسروں کے عقیدے کے بارے میں کچھ کہا بھی جائے تو بطریقِ احسن کہا جائے اور قائل کیا جائے۔ ان کے اعتقاد کی غلطی دلائل سے واضح کی جائے۔ اگر اس طرح قائل ہو کر کسی نے اپنا عقیدہ بدل لیا تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ نہ اس پر کوئی حرج ہے جس نے اپنا عقیدہ بدل لیا، نہ اس پر جس نے اسے اس پر جائز طریقوں سے آمادہ کیا۔ لیکن اگر کوئی ساری وضاحتوں کے بعد بھی اپنا عقیدہ نہ بدلے تو اس پر کوئی جبر و اکراہ نہیں۔ نہ کسی قسم کا دباؤ اس پر ڈالا جا سکتا ہے۔ فریقِ ثانی کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس نے اپنا فریضہ ادا کر دیا۔ غلطی کی وضاحت کر دی، صحیح راستہ بتا دیا۔ اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ان ہی معنی کی وضاحت آپ کو ان آیات میں ملے گی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائیں :۔

لَاۤ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ (البقرہ : ۲۵۶) "زبردستی نہیں دین کے معاملہ میں"

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ، اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (یونس : ۹۹)

(اور اگر تیرا رب چاہتا بے شک ایمان لے آتے جتنے لوگ کہ زمین میں ہیں سارے تمام۔ اب کیا تو زبردستی کرے گا لوگوں پر کہ ہو جائیں با ایمان۔)

فَذَكِّرْ ، اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ، لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ - (الغاشیہ : ۱۸)

"سو تو سمجھائے جا، تیرا کام تو یہی سمجھانا ہے، تو نہیں ان پر داروغہ"

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ - (النور: ۵۴)

"اور پیغام لانے والے کا ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا کھول کر۔"

دوسرا اصول اس سلسلے میں یہ قرار دیا کہ ایک انسان کا کسی عقیدہ کو تسلیم کر لینا محض سلبی حیثیت کا نہ ہو۔ بلکہ ایجابی طور پر وہ اس کے لیے کام کرے۔ اور عملی طور پر اس کی حمایت کا حق ادا کرے۔ اگر وہ اس سے عاجز ہو تو اس پر دوسرے ایسے ملک کو ہجرت کر جانا فرض ہے جہاں اس ملک کے برخلاف اس کے عقیدہ کا احترام کیا جاتا ہو اور جہاں اس کا اعلان ممکن ہو۔ اگر باوجود قدرت کے اس نے ہجرت نہ کی تو دوسروں کے ظلم سے پہلے اس نے خود ہی اپنے آپ پر ظلم کیا اور ایک بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔ اور اللہ کا عذاب اپنے اوپر لازم کر لیا۔ ہاں اگر وہ ہجرت کرنے سے عاجز ہو تو اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دی ہے۔ یہی بات ہے جو قرآن کریم نے اس طرح پیش فرمائی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ۔ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ۔ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا، فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۔ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا

(النساء: ۹۷ - ۹۹)

"وہ لوگ کہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا، کہتے ہیں ان سے فرشتے تم کس حال میں تھے وہ کہتے ہیں ہم تھے بے بس اس ملک میں، کہتے ہیں فرشتے کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں، سو ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ مگر جو ہیں بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ۔ سو ایسوں کو امید ہے کہ اللہ معاف کرے اور اللہ ہے معاف کرنے والا، بخشنے والا۔"

تمام انسانوں کے لیے بلا تفریق مسلم و غیر مسلم حریت عقیدہ کا حق تسلیم کرکے اور اسلامی ممالک میں غیر مسلموں کے اس حق کی ضمانت دے کر اسلام نے اپنی بے مثال رفعت و بلندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تمام اسلامی ممالک میں غیر مسلموں کے لیے اپنے دین و مذہب اور عقیدہ کے اعلان کی پوری آزادی حاصل ہے۔ وہ بلا روک ٹوک اپنے دینی رسوم بجا لا سکتے ہیں۔ اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت اور اس کی تعلیم کے لیے معابد و مدارس قائم کر سکتے ہیں۔ اسلامی ملکوں میں یہودی رہتے بستے ہیں۔ ان کے اپنے عقائد ہیں۔ ان کے اپنے معابد ہیں اور وہ پورے اعلان کے ساتھ اپنے طریقوں سے عبادت کرتے ہیں۔ ان کے اپنے مدارس ہیں جن میں وہ دینِ موسوی کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ اپنے عقیدہ کے بارے میں جو چاہے لکھ سکتے ہیں۔ اور ادب و اخلاق اور نظم کے حدود میں دوسروں کے عقائد سے اس کا موازنہ کرکے اس کی برتری ثابت کر سکتے ہیں یہی حال عیسائیوں اور ان کے مختلف فرقوں کا ہے۔ اسلامی ممالک میں ہر فرقہ کے کلیسا اور مدارس موجود ہیں۔ وہ علانیہ عبادت کر سکتے ہیں۔ اپنے مدرسوں میں اپنے عقائد کی تعلیم دیتے ہیں وہ آزاد ہیں اور ان کے بارے میں جو چاہے لکھ سکتے اور شائع کر سکتے ہیں۔

۲۵۔ حریتِ قول شریعت نے صرف قول و اظہار کی آزادی ہی نہیں دی، بلکہ ان امور میں جو کسی حیثیت سے اخلاق یا نظم و مصلحت عامّہ پر اثر انداز ہوتے ہوں۔ اور شریعت کی نگاہ میں منکر ہوں، اس حق کے استعمال کو واجب قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (آل عمران: ۱۰۴)

"اور چاہیے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں بُرائی سے۔"

اَلَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (الحج: ۴۱)

"وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں برائی سے"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان (الحدیث)

"تم میں سے جو کوئی کسی بُرائی کو دیکھے تو اپنے قوتِ بازو سے اسے بدل دے، اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اسے روکے۔ اگر اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دل سے اسے بُرا سمجھے۔ اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔"

افضل الجهاد کلمۃ حق عند سلطان جائر۔

"افضل جہاد ظالم بادشاہ کے حضور سچی بات کہنا ہے۔"

الدین النصیحۃ۔ قالوا لمن یا رسول اللہ قال للہ ولرسولہ ولکتابہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم۔

"فرمایا دین نصیحت ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کس کے لیے؟ فرمایا اللہ کے لیے اس کے رسول کے لیے۔ اس کی کتاب کے لیے اور مسلمانوں کے ائمہ اور ان کے عوام کے لیے۔"

سید الشھداء حمزۃ بن عبد المطلب ورجل قام الی امام جائر فامرہ ونھاہ فقتلہ۔

"شہیدوں کے سردار حمزہ بن عبد المطلب ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم و جابر امام کے سامنے کھڑے ہو کر اسے امر و نہی کی اور اس امام کے ہاتھوں مقتول ہوا۔"

اس لحاظ سے ہر انسان کو قول و اظہار کی آزادی حاصل ہے، جس چیز کو وہ حق سمجھتا ہے، پوری بے باکی سے اس کا اظہار کر سکتا ہے۔ زبان و قلم سے اس کی حمایت و مدافعت کا اسے پورا پورا حق ہے۔ تاہم یہ حق بالکل غیر مشروط بھی نہیں ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس حق کا استعمال کسی طرح ادب

داخلاق کے مغائر نہ ہو۔ د نصوصِ شریعت کے خلاف پڑے۔

جہاں حریتِ قول و اظہار کا یہ حق ابتدا ہی سے شریعت کے اندر موجود ہے، وہیں یہ قیود بھی ابتدا ہی سے اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ جو اس میں حد سے تجاوز کر جانے یا اس کے غلط استعمال سے روکتی ہیں۔ حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ پہلے شخص ہیں، جن کے حق حریتِ قول پر یہ قیود عائد کی گئی تھیں۔ اس طرح خود اللہ کے رسول اور حریت کے داعیٔ اوّل پر یہ قیود عائد کر کے لوگوں کے سامنے عملی نمونہ پیش کر دیا گیا اور بتا دیا گیا کہ جب خود رسولؐ ان قیود سے مستثنیٰ نہیں جس کی شان میں اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ آیا ہے، تو کوئی دوسرا بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اور ہر ایک پر بلا استثنا یہ قیود عائد ہوتی ہیں۔

اللہ نے اپنے رسول کو تبلیغ رسالت کا حکم دیا۔ لوگوں کو ایمان کی طرف دعوت دینے کی ذمہ داری ڈالی اور کافروں اور جھٹلانے والوں کے سامنے حجت و برہان رکھنے اور ان کے دماغوں اور دلوں کو مائل کرنے کے لیے ہر ممکن ذرائع سے کام لینے کا فرض عائد کیا۔ لیکن اس حق بلکہ فریضۂ قول و اظہار میں آپ کو بالکل آزاد بھی نہیں چھوڑا گیا۔ بلکہ ایک خاص طریقِ دعوت کا پابند بنایا اور حجت و قول کے خاص اصول متعین کیے۔ حکمت، موعظہ حسنہ اور مجادلہ بالطریق احسن، یہ دعوت کے ابتدائی اور اہم اصول ہیں، جن کی پابندی کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ پھر اس سلسلے میں جاہلوں اور نادانوں سے صرفِ نظر کرنے کے لیے فرمایا۔ بری بات کے انشاد و اظہار سے منع کیا۔ اور دوسروں کے معبودوں کو برا کہنے سے بھی روکا۔ اس طرح رسول کے حق حریتِ قول کے حدود متعین فرما کر یہ واضح فرما دیا کہ یہ حق غیر محدود نہیں ہے۔ بلکہ چند خاص قیود سے مقید ہے جو اس حق کے استعمال میں حد سے تجاوز کرنے یا اس کے غلط استعمال پر روک عائد کرتی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ یہ محدود و مقید قول و اظہار کی آزادی افراد اور اقوام دونوں کے لیے سراسر خیر کی باعث اور ترقی و کامیابی کی ضامن ہے۔ یہ فرد اور فرد، اور جماعت اور جماعت کے درمیان اخوت و محبت اور احترام کے جذبات کو ابھارتی ہے۔ اصولِ حق پر کاربند اربابِ حکومت

کو قوت بخشتی ہے اور انہیں ہمیشہ عوام کا تعاون حاصل رہتا ہے۔ اور تمام شخصی اور گروہی تعصبات کو ختم کر دیتی ہے۔ آج دنیا میں اسی چیز کی کمی ہے۔ اور اسی کے لیے وہ ترستی ہے اور کہیں نہیں پاتی۔

اس باب میں علمائے قانون کے اختلافات کا بھی جائزہ لے لیا جائے تو ہمیں صحیح طور پر شریعت کے اس نظریہ کی خوبی اور صلاحیت سمجھ میں آسکے گی۔ اس مسئلے میں علمائے قانون کے دو مکتب خیال ہیں۔ ایک مکتب خیال بلاقید و تحدید حریت قول کا حامی ہے۔ ایک استثناء صرف یہ کیا جاسکتا ہے کہ قول و اظہار کی یہ آزادی عام نظم پر اثر انداز نہ ہو۔ اخلاق کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ـــــ عملی طور پر ان کی رائے بغض و عناد اور حقارت و پارٹی بندی کے جذبات پیدا کرتی ہے، پھر امن عامہ کے خلل بلکہ خون ریز انقلابات تک پر منتج ہوتی ہے۔ دوسرا مکتب خیال حریتِ قول کو اس حد تک مقید کرنا چاہتا ہے کہ حاکم اور برسرِ اقتدار طبقہ کی رائے اور ان کے نظریۂ حیات کے خلاف کوئی رائے بھی برداشت نہیں کی جاسکے گی۔ اس نظریہ کی تطبیق آزادانہ رائے دہی کو زور دباتی اور صالح عناصر کو حکومت و اقتدار سے دُور رکھتی ہے جس کا نتیجہ استبداد، امن عامہ کے خلل اور بالآخر تشدد و انقلاب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

اسلامی شریعت کا نظریہ ان دونوں پھیلے ہوئے نظریوں کا جامع ہے، اس کی راہ بے قید آزادی اور کامل تقیید کے بین بین ہے۔ شریعت کے اصولی قاعدہ کی رو سے حریتِ قول و اظہار کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس پر قیود بس اسی حد تک عائد کی گئی ہیں کہ اخلاق و آداب اور نظم متأثر نہ ہونے پائے۔ ان قیود کا مقصد حریتِ قول کی تقیید نہیں بلکہ اخلاق و نظم کی حمایت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عملی طور پر حریتِ قول کی تقیید کے بغیر اس حمایت کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اگر کوئی اخلاق و نظم کا خیال کرتے ہوئے کچھ کہنے سے رکتا ہے تو دراصل وہ ظلم و اعتداء سے باز رہتا ہے۔ اپنے کسی حق سے محروم نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ ظلم و اعتدا تو کوئی حق نہیں ہو سکتا۔

اس ساری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت ہر انسان کو قول و اظہار کی پوری آزادی دیتی ہے۔ ہاں ظلم و عدوان کی وہ اجازت نہیں دیتی۔ انسان کسی کو گالی نہ دے۔ کسی کی عیب جوئی نہ کرے،

تہمت نہ تراشے، جھوٹ کا مرتکب نہ ہو، حکمت و موعظہ حسنہ کو اپنی دعوت کا شعار بنائے۔ بحث و مجادلہ ہو تو بطریقِ احسن ہو۔ برائی کا افشا نہ کرے۔ خود بھی کوئی بُری بات نہ کہے۔ جاہلوں اور نادانوں سے صرفِ نظر کرے۔ ان اصولوں کی پابندی کے ساتھ وہ قول و اظہار میں پوری طرح آزاد ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جو اس طرزِ عمل کی پیروی کرتا ہے، لوگ اس کی بات سنتے بھی ہیں اور زبان کھولنے کا مقصد بھی پورا ہوتا ہے۔ آپس کے تعلقات کی بہتری کے ساتھ، اس کی رائے وزنی مانی جاتی ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر پوری جماعت کی سالمیت اور یک جہتی قائم رہتی ہے اور وہ منظم طور پر مصلحتِ عامہ کے لیے کام کرتی ہے۔

ذیل کی چند قرآنی آیات اس سلسلے میں شریعت کے بنیادی اصول واضح کرتی ہیں:۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل: ۱۲۵)

"بلا اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت سنا کر بھلی طرح اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو۔"

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۔ (الاعراف: ۱۹۹)

"عادت کر درگذر کی اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے۔"

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۔ (الفرقان: ۶۳)

"اور جب بات کرنے لگیں ان سے جاہل لوگ تو کہیں صاحب سلامت۔"

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۔

"اور تم لوگ بُرا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا پس وہ بُرا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بدون سمجھے۔"

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (النساء: ۱۴۸)

"اللہ کو پسند نہیں کسی کی بُری بات کا ظاہر کرنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو۔"

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ (العنکبوت: ۴۶)

"اور جھگڑا نہ کرو اہلِ کتاب سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو۔ سوائے ان کے جو ان میں بے انصاف ہوں"

یہ اسلام کے نظریہ حریت اور اس کے تین اہم شعبوں کی مختصر وضاحت تھی، جو آپ کے سامنے پیش کی گئی۔ شریعت نے اسے ایسے دور میں پیش کیا، جب کہ لوگوں نے اپنی عقلوں کو معطل کر رکھا تھا۔ اور آباو اجداد کے طور طریقوں کے سوا، کسی اور طرف وہ دھیان ہی نہیں دیتے تھے۔ کسی انسان کا عقیدہ بدلنے پر مجبور کیا جانا، ان کے نزدیک ایک عام بات تھی۔ سوائے ارباب اقتدار اور زور و قوت رکھنے والوں کے کسی کو قول یا فکر کی آزادی حاصل نہیں تھی۔ مسلمانوں نے ان لوگوں کے ہاتھوں اسلام کی دعوت و تبلیغ کی راہ میں بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ انہیں عقیدہ بدلنے پر مجبور کیا گیا۔ ایذائیں پہنچائی گئیں۔ ہر ممکن ذریعہ سے کوشش کی گئی کہ انہیں اس راہ سے ہٹایا جائے۔ کافر ہمیشہ ان کی گھات میں لگے رہتے تھے۔ یہ ذرا زبان کھولتے تو ان کے منہ بند کر دیے جاتے۔ انہیں عبادت تک نہ کرنے دی جاتی اور طرح طرح سے ستایا جاتا۔

یہ حالات ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام نے حریت کا یہ نظریہ سوسائٹی کے تغیرات کے زیر اثر یا اس کی خواہشوں کی تکمیل کی غرض سے پیش نہیں کیا۔ اس وقت کی پوری دنیا کا ماحول تو اسے قبول کرنے کے لیے بھی تیار نہیں تھا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ نظریہ سوسائٹی کی سطح کو بلند کرنے والا اور اسے کامیابی و ترقی کی راہ پر لگانے والا تھا۔ شریعت کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح لوگوں کو اس پستی سے اٹھائے، جس میں ان کی حیوانیت نے انہیں گرا دیا ہے۔ اور جس میں وہ اپنے جہل کی وجہ سے مطمئن ہیں۔ ایک کامل اور دائمی شریعت کے لیے اس کی شان کمال کے اعتبار سے ایسے ایک نظریہ کا پیش کرنا ضروری بھی تھا۔

حریت اور اس کے حدود و قیود کی وضاحت کرنے والی یہ نصوص پوری عمومیت اپنے اندر رکھتی ہیں اور ان میں کسی ترمیم یا تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ یہی شریعت کی بنیاد ہے کہ وہ ناقابل ترمیم و تغیر ہے۔ ایسی عمومیت رکھنے والی نصوص ہر حال، ہر زمانہ اور ہر مقام کے لیے کار آمد ہوتی ہیں۔